13۔ایک سفرنامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے ــــ ابن انشا

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر 115 : ○ سفرنامہ : نثر کی ایک صنف، سفر کا احوال ○ چین و ماچین : چین اور چین سے آگے ○ توران : وسط ایشیا کا ایک علاقہ ○ واردات : واقعہ ○ چشم دید : آنکھوں دیکھا ○ احوال : حال کی جمع ○ کابل : افغانستان کا دارالحکومت ○ تعویق : تاخیر ○ درہ خیبر : صوبہ سرحد میں داخلے کا مشہور دروازہ ○ جلال آباد : افغانستان کا شہر ○ جوئے کم آب : ندی جس میں پانی کم ہو ○ گھنگھور بادل : گہرے سیاہ رنگ کے بادل ○ آثار : نشانیاں ○ تن زیب کا انگرکھا : بہت باریک کپڑے کا چغا

صفحہ نمبر 116 : ○ دگلا : چغا جس میں روئی بھری ہو ○ طعنے تشنے پر اُتر آنا : طعنے دینا شروع کر دینا ○ شرما شرمی میں : شرما کر، مجبوراً ○ درکار تھے : ضرورت تھی ○ زیر جامہ : وہ لباس جو پوشاک کے نیچے پہنا جائے ○ قیاس : خیال ○ مہاجر : ہجرت کرنے والا ○ پاوندے : افغانستان کے خانہ بدوش قبائل کے افراد ○ سر منڈھنا : کوئی چیز زبردستی دے دینا ○ ڈرائی کلین : میلے کپڑے کیمیائی اجزا سے صاف کرنا ، ○ دیدہ زیب : آنکھوں کو اچھا لگنے والا ○ عطیہ : عطا ○ قطب شمالی : زمین کے محور کا شمالی علاقہ ○ کلہ : لمبی ٹوپی ○ دستار : پگڑی ○ فیلٹ ہیٹ : انگریزی ٹوپی ○ کانگڑی : مٹی کی انگیٹھی جس پر تیلیوں کا غلاف چڑھا ہوتا ہے ○ آتشدان : آگ جلانے کی جگہ

صفحہ نمبر 117 : ○ ناک نقشہ : حلیہ، ظاہری حالت ○ لان : گھر میں کھلی جگہ ○ کشادہ : کھلا ○ غالیچوں : قالینوں ○ کترنیں : کپڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ○ لاؤنج : انتظار گاہ، ○ عظمت رفتہ : ماضی کی شان و شوکت ○ آسائش : آرام، سہولت ○ عمرِ طبیعی : معمول کی عمر ○ مصرع : شعر کی ایک لائن ○ عالی حوصلگی : بلند ہمتی ○ کماحقہٗ : جیسا اس کا حق ہے، ٹھیک ٹھیک ○ پی آئی اے : پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز ○ پچھواڑے : پیچھے ○ فرلانگ : فاصلے کا ایک پیمانہ، 220 فٹ

صفحہ نمبر 118 : ○ کاٹھیاواڑ : بھارت کا ایک شہر ○ تبت : چین کا خود مختار صوبہ ○ فرسنگ : فاصلے کا ایک پیمانہ، 18 ہزار فٹ ○ خائف : ڈرا ہوا ○ بالوں کا جھاڑ : بکھرے اور اُلجھے ہوئے بال ○ وضع قطع : شکل و صورت، حلیہ ○ سج دھج : شان و شوکت ○ یونیسکو : اقوام متحدہ کا وہ ادارہ جو سائنسی اور ثقافتی ترقی کے لیے کام کرتا ہے ○ کوپن ہیگن : ڈنمارک کا دارالحکومت ○ السی نور : ڈنمارک کا ایک قلعہ ○ منگھوپیر : کراچی کا ایک علاقہ ○ کچا نہ پڑ جائے : کمزور نہ پڑ جائے ○ دوا دارو والے : علاج کرنے والے ○ ہملٹ : انگریز ڈرامہ نگار ولیم شیکسپیئر کے مشہور ڈرامے ہیملٹ کا مرکزی کردار

صفحہ نمبر 119 : ○ مہم جو : مشکل کام کرنے والا ○ گرین لینڈ : قطب شمالی کا ایک ملک ○ اسکیمو : برف میں رہنے والے لوگ ○ معاشرت : رہن سہن ○ مشرق بعید : یورپ کے مشرق میں واقع ، ایشیائی ممالک کا خطہ

○ سادھو: درویش ○ گئوکشی: گائے ذبح کرنا ○ ٹورسٹ: سیاح ○ خشمگیں: غصے میں آیا ہوا ○ نرغہ: محاصرہ ○ معترف: ماننے والا، ○ تپاک: گرمجوشی ○ خلیق: بااخلاق ○ متواضع: تواضع کرنے والا ○ نظر بٹو: ایسی بدشکل چیز یا کالا نشان جو خوبصورت چیز کو نظر بد سے بچائے ○ باوا آدم کے زمانے کے: بہت پرانے

صفحہ نمبر 120 : ○ بلا سینگ: سینگ کے بغیر ○ جستجو: تلاش ○ قطار در قطار: قطاریں بنائے ہوئے ○ پالان: وہ گدی جو بوجھ ڈھونے والے جانور کی کمر پر بچاؤ کے لیے ڈالتے ہیں ○ مچل گئیں: فریفتہ ہو گئیں ○ بھاؤ: نرخ ○ پلے نہ پڑا: سمجھ میں نہ آیا ○ چہ۔ چہ: کیا کیا ○ ادائے مطلب: مطلب ادا کرنا، مفہوم سمجھانا ○ قاصر: معذور ○ باٹ: وزن کرنے کا پیمانہ ○ ایں قدر: اس قدر، اتنے ○ افہام و تفہیم: سمجھنا سمجھانا ○ دِقت: پریشانی ○ ریزگاری: سکے ○ دیارِ غیر: غیر ملک ○ موزوں: مناسب ○ کسرِ نفسی: عاجزی، انکساری

صفحہ نمبر 121 : ○ پبلشر: ناشر، کتابیں چھاپنے والا ○ کتب فروش: کتابیں بیچنے والا ○ ناول: نثر کی ایک صنف ○ جنتری: ایسی کتاب جس میں سال کے بارہ مہینوں، تعطیلات اور تہواروں کی تفصیلات ہوتی ہیں ○ جھلاہٹ سے: غصے میں آ کر ○ شیطانی چرخہ: فتنہ پھیلانے والی چیز ○ مطبع: پرنٹنگ پریس چھاپہ خانہ ○ پرائیوٹ پریس: ایسا پرنٹنگ پریس جو نجی ملکیت میں ہو، غیر سرکاری چھاپہ خانہ ○ عرضی: درخواست ○ از راہِ قانون: قانون کی رو سے ○ تالیف لطیف: عمدہ کتاب ○ زیورِ طبع سے آراستہ کرنا: چھاپنا ○ ٹھوک بجا کر دیکھنا: پوری طرح تحقیق اور تسلی کرنا

صفحہ نمبر 122 : ○ مضائقہ: حرج ○ طباعت: چھپائی، پرنٹنگ ○ مانگ: طلب ○ بیہودہ: فضول ○ مصلحت: حکمت ○ فرنگی: انگریز ○ بدعت: نئی چیز ○ آثارِ صنادید: پرانے تاریخی آثار ○ تہ دِل سے: دل کی گہرائی سے ○ معذرت خواہ ہیں: معافی مانگتے ہیں ○ ویمن کالج: لڑکیوں کا کالج ○ ناطاقتی: کمزوری

صفحہ نمبر 123 : ○ تشنگی: پیاس ○ رفع کرنا: دُور کرنا ○ مٹکے: مٹی کے برتن جن میں پانی بھرا جاتا ہے ○ رباعیات: رباعی کی جمع، رباعی شاعری کی ایک صنف ہوتی ہے ○ عمر خیام: فارسی کا مشہور شاعر ○ جھجر: مٹی سے بنا برتن، یہ اُوپر سے تنگ، نیچے سے کشادہ ہوتا ہے ○ سقہ: ماشکی

سبق کا خلاصہ

ہم نے سفرنامے بہت لکھے ہیں۔ ان جگہوں کے بھی جہاں ہم کبھی نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آخر دماغ بھی تو دیا ہے ہم صبح کابل کے لیے چلے تھے لیکن رات تک پہنچ نہیں پائے پہلے راولپنڈی پھر پشاور میں تاخیر ہوئی۔ جہاز روانہ تو ہوا لیکن کابل پر گھنگور بادل چھائے ہوئے تھے اس لیے جہاز وہاں اُترنے کی بجائے پشاور ائیر پورٹ پر واپس آ گیا۔ ہمارے دوست شروع ہی سے ہمیں کابل کی سردی سے ڈرا کر جانے سے منع کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے جل کر طعنہ دیا کہ کابل میں گدھے نہیں ہوتے جو تم وہاں جا رہے ہو۔ ہم نے مختلف مارکیٹوں سے گرم کپڑے خریدے۔ دوست کہنے لگے کہ ہم فلسطینی مہاجروں یا افغان پاوندوں کے لیے کپڑے

جمع کر رہے ہیں لہٰذا اپنے پرانے پھٹے اور گھسے کپڑے ہمارے سر منڈھنے لگے۔ دوست سوچتے تھے کہ ان کپڑوں سے جان چھوٹے گی اور اگر واپس آ گئے تو بھی ہم ذرائی کلین تو کروا ہی دیں گے۔ آغا جعفری نے اتنا خوبصورت اوور کوٹ دیا کہ پہننے کو جی نہ چاہے۔ حبیب اللہ شہاب کا اوور کوٹ اتنا وزنی تھا کہ ہم نے پہنا تو زمین پر بیٹھ گئے۔ دو آدمیوں نے ہمیں اُٹھایا۔ اسے پہن کر ہم برفانی ریچھ لگتے تھے۔ ہم نے ایک فیلٹ بھی خریدی۔ لومڑی کی کھال کے دستانے اور گلے میں کانگڑی ڈالنے کا خیال تھا لیکن کشمیر کی یہ خاص چیزیں کراچی میں نہیں ملتیں۔ اب ہم ڈین ہوسٹل پشاور کے کمرہ نمبر 47 میں پڑے ہیں۔ ہمارے گاؤں کے فتح دین درزی نے کراچی میں ایف ڈین اینڈ سنز ٹیلرز اینڈ آؤٹ فٹرز کے نام سے دُکان کھولی تھی اس لیے ہم سمجھے کہ ڈین ہوٹل بھی کسی احمد دین یا نور دین کا ہوگا مگر ہوٹل کا ناک نقشہ، کمروں، احاطہ اور لان کی کشادگی بتاتی تھی کہ یہ واقعی انگریز بہادر کی ملکیت رہا ہے۔ کنجوس مالکان نے کمروں میں غالیچے نہیں، ان کی کترنیں ڈال رکھی تھیں۔ باوجود فون کرنے کے ہمیں پشاور میں کوئی دوست نہ مل سکا۔ ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک نے بتایا کہ پی آئی اے کا دفتر پچھواڑے میں ایک فرلانگ دور ہے۔ ہم پیدل چلے اور کوئی سوا میل چلنے کے بعد دفتر پہنچے۔ اس پیمانے کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو کراچی کے پچھواڑے میں کاٹھیاواڑ اور لاہور کے پچھواڑے میں تبت پڑتا ہے۔ اس مثال سے ڈر کر ہم نے مزید سیر نہ کی۔ ہم درہ خیبر کے متعلق پوچھتے تو یقیناً یہی بتایا جاتا کہ دومنٹ کا راستہ ہے۔ پشاور ائیرپورٹ پر ڈنمارک سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ سے ملاقات ہوگئی جو میرا اسکینڈے نیوین ایئر سروس کا ٹکٹ دیکھ کر میرے پاس آئے تھے۔ میں نے بتایا کہ میں نے السی نور دیکھا ہے تو وہ بولے کہ عمر بھر ڈنمارک میں رہنے کے باوجود انہوں نے یہ جگہ نہیں دیکھی۔ میں نے کہا کہ کراچی میں رہنے کے باوجود میں بھی کبھی منگھوپیر نہیں گیا۔ یہ بزرگ ڈاکٹر گلبرگ تھے جو میڈیکل ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ مصنف بھی ہیں۔ ان کی کتاب اسکیموڈاکٹر کئی ملکوں میں چھپی ہے۔ یہ کتاب لکھنے کے لیے گلبرگ نے کئی برس گرین لینڈ میں اسکیموؤں کے ساتھ گزارے تھے۔ ایشیا کے دورے پر نکلے یہ میاں بیوی ہندوستان میں انتہا پسند ہندوؤں کے گئوکشی کے خلاف مظاہرے سے خوفزدہ ہوگئے تھے اور وہاں صرف ایک شب قیام کے بعد نیپال چلے گئے تھے لیکن پاکستان، پشاور اور پی آئی اے کی ڈاکٹر گلبرگ خوب تعریفیں کر رہے تھے۔ ڈین ہوٹل پشاور انہیں ناپسند تھا اور اسے پاکستان کا نظر بٹو کہتے تھے۔ کابل میں ہم نے زرنگار پارک کے سامنے گدھوں کی قطاریں دیکھیں جن کے پالان سنگتروں سے بھرے تھے۔ ڈاکٹر گلبرگ کی بیگم سنگترے خریدنا چاہتی تھیں۔ سنگترہ فروش ہماری اور ہم اس کی فارسی نہ سمجھ سکے لہٰذا ہم آگے چل دیے مگر بیگم گلبرگ ایک اور گدھے والے کے پاس مچل گئیں۔ ہم نے ایک باٹ کی طرف اشارہ کیا اور بولے آغا ایں قدر دے دو۔ دس افغانی کا نوٹ دیا اس نے چار کاٹ کر باقی ریزگاری دے دی۔ ڈاکٹر گلبرگ اور ان کی بیگم نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔

ہم نے اپنے ایک افغان دوست سے کسی پبلشر سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ بولے کہ ملک

بھر میں کوئی پبلشر نہیں۔ اس کے علاوہ ریلوے کا بھی نام نشان نہیں۔ ہمیں افغانستان کے متعلق وہ مضمون یاد آ گیا جس میں لکھا تھا کہ درہ خیبر کے پار قدم رکھتے ہی انسان ایک صدی پیچھے پہنچ جاتا ہے۔ افغانستان میں پرائیویٹ پریس بھی نہیں۔ صرف پانچ سرکاری پریس ہیں۔ حکومتی ادارے کتابیں چھاپتے ہیں۔ ان حالات میں بھی کوئی غالب یا فیض پیدا ہو جائے تو کتاب چھپوانے کے لیے اسے حکومت کو عرضی دینی پڑتی ہے۔ حکومت مکمل تحقیقات کے بعد کاغذ، کتابت اور طباعت کے پیسے لے کر کتاب چھاپ دے گی جسے بیچنا مصنف کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔ افغان دوست نے اس نظام کی یہ خوبی بیان کی کہ لوگ بیہودہ شاعری اور ناولوں سے بچ جاتے ہیں۔ افغانستان میں شاہ امان اللہ خان نے ریلوے لائن بچھائی تھی لیکن بچہ سقہ نے اسے فرنگیوں کی بدعت قرار دے کر اکھاڑ پھینکا۔ ہم نے خود اکھڑے ہوئے سلیپر اور ٹوٹی پھوٹی بوگیاں دیکھیں۔ دریائے کابل کو دریا کہنے پر ہم سندھ اور ستلج جیسے دریاؤں سے معذرت خواہ ہیں۔

اہل کراچی ویمن کالج کے پاس سے گزرنے والا گندہ نالہ دیکھ کر دریائے کابل کی وسعت کا اندازہ کر سکتے ہیں البتہ نالے کا پانی نسبتاً صاف ہے۔ دریائے کابل میں عورتیں کپڑے دھوتیں، بچے نہاتے اور لوگ گھروں کا کوڑا پھینکتے ہیں اس کے باوجود کابل والے اس کا پانی پیتے ہیں۔ پرانے شہر میں لوگ نلکوں سے عجیب شکل کے مٹکوں میں پانی بھر کے گزارا کرتے ہیں جن کو ''صراحا'' کہا جا سکتا ہے۔ حکومت پائپوں کے ذریعے فراہمی آب کا انتظام کر رہی ہے تاہم ابھی تک سقوں کا راج ہے ایک سقہ تو کچھ روز بادشاہ بھی رہا ہے۔

مشقی سوالات

1۔ مختصر جواب دیجیے۔

الف: مصنف ابتدا میں کابل کے بجائے پشاور کے ہوائی اڈے پر کیوں اُترے؟

جواب: کابل کے قریب پہنچ کر پائلٹ نے اعلان کیا کہ کابل گھنگھور بادلوں میں چھپا ہوا ہے، ہم وہاں نہیں اُتر سکتے۔ لہٰذا جہاز کو پشاور کے ہوائی اڈے پر اُتار لیا گیا۔

ب: مصنف نے پشاور کے عرصۂ قیام کے دوران میں کس ہوٹل میں قیام کیا اور یہ ہوٹل ان کو کیسا لگا؟

جواب: مصنف نے پشاور کے ڈین ہوٹل میں قیام کیا۔ مصنف نے لکھا ہے کہ ہوٹل کی عمارت کشادہ تھی لیکن مالک کنجوس تھا۔ لاؤنج اور کمروں کے قالین جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ ڈین ہوٹل میں جدید ہوٹلوں جیسی سہولیات میسر نہیں تھیں۔

ج: مصنف پشاور کی سیر سے کیوں خائف ہو گئے؟

جواب: مصنف نے اپنے ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک سے پی آئی اے کے دفتر کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ مصنف اس اطلاع پر یقین کرتے ہوئے پیدل چل پڑے۔ دفتر پہنچنے کے لیے انھیں سوا میل پیدل مارچ کرنا پڑا۔ اس مثال سے خوفزدہ ہو کر انھوں نے پشاور کی مزید سیر کا ارادہ ترک کر دیا۔

د: ڈاکٹر گلبرگ نے اپنی کتاب "اسکیموڈاکٹر" لکھنے کے لیے کیا کیا جتن کیے؟

جواب: ڈاکٹر گلبرگ گرین لینڈ گئے اور کئی برس اسکیموؤں کے ساتھ گزارے۔ ان کی زبان اور معاشرت اختیار کی۔ مچھلی اور ریچھ کا گوشت کھاتے رہے۔ بے نمک کھانے کھائے، برف کے جھونپڑوں میں قیام کیا اور پھر یہ کتاب لکھی۔

ہ: ڈاکٹر گلبرگ اور ان کی بی بی کو بطور سیاح ہندوستان میں اپنا عرصۂ قیام کیوں مختصر کرنا پڑا؟

جواب: ڈاکٹر گلبرگ اور ان کی بی بی کے ہندوستان میں قیام کے دوران میں ہندوؤں نے گئوکشی کے خلاف پرتشدد مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے مغربی سیاحوں کو بھی گھیر لیا کہ یہ بھی مسلمانوں کی طرح گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ ڈاکٹر گلبرگ بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلے اور اسی روز ہندوستان سے نیپال چلے گئے۔

و: ڈاکٹر گلبرگ کی بی بی نے کابل میں سنگترے کیسے خریدے؟

جواب: ڈاکٹر گلبرگ کی بی بی (بیوی) نے مصنف سے کہا کہ سنگتروں کا بھاؤ پوچھو۔ مصنف نے کوشش کی مگر سنگترہ فروش ان کی فارسی سمجھ نہ سکا۔ مصنف نے ایک اور سنگترہ فروش کو اشارے سے سمجھایا کہ اس بات کے برابر سنگترے دے دو اور دس افغانی کا نوٹ دے کر سنگترے اور باقی ریزگاری حاصل کی۔

ز: مصنف نے کابل جانے سے پہلے افغانستان کے بارے میں کیا پڑھا تھا؟

جواب: مصنف نے پڑھا تھا کہ "ادھر آپ نے درہ خیبر کے پار، افغانستان کی نئی سرزمین میں قدم رکھا، ادھر ایک صدی پیچھے پہنچ گئے۔"

ح: افغانستان میں پبلشرز یا بک سیلرز کیوں نہیں ہوتے؟

جواب: افغانستان میں صرف حکومتی محکمے اور ادارے سرکاری مطبعوں میں کتابیں چھاپتے ہیں۔ ملک بھر میں کوئی پرائیوٹ پرنٹنگ پریس نہیں۔ اسی لیے ملک میں پبلشرز اور بک سیلرز بھی نہیں ہوتے۔

ط: افغانستان میں ریلوے لائن کیوں نہیں ہے؟

جواب: افغان حکمران شاہ امان اللہ خان نے دارالامان نامی بستی تک ریلوے لائن بچھائی تھی۔ بچہ سقہ نے امان اللہ سے بادشاہت چھینی تو ریلوے لائن کو فرنگیوں کی بدعت قرار دیتے ہوئے پٹریاں اکھاڑ دیں۔

2: مصنف نے دریائے کابل کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

جواب: دریائے کابل شہر کے بیچوں بیچ بہتا ہے۔ اس کی وسعت مصنف کے خیال میں گندے نالے کی طرح ہے۔ گرمیوں میں برف پگھلتی ہے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ مصنف کو کراچی کا گندہ نالہ اس سے زیادہ وسیع اور اُس کا پانی اس سے زیادہ شفاف محسوس ہوتا ہے۔ عورتیں اس کے کنارے کپڑے دھوتی ہیں۔ بچے نہاتے ہیں آس پاس رہنے والے گھروں کا کوڑا پھینکتے ہیں۔ یہی دریا پیاسوں کی پیاس بجھاتا ہے۔

3۔ درج ذیل الفاظ کا تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کیجیے۔

تُوْرَانْ. تَعْوِیْق. کَلَّہ. کَمَاحَقُّہٗ. کَسْرِ نَفْسِی. بِدْعَتْ. آثَارْ صَنَادِیْد. خَشْمگِیْں.

4۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

- کچا پڑنا: اکرام کی چوری پکڑی گئی تو وہ گھر والوں کے سامنے بہت کچا پڑا۔
- نظر لگنا: تاج محل اتنا خوبصورت ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر لگ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔
- مچل جانا: نذیر احمد کی پر درد تقریر سن کر حاضرین مچل گئے۔
- پلے پڑنا: عجیب آدمی کے پلے پڑے ہیں۔ اسے ہماری بات ہی سمجھ میں نہیں آتی۔
- سر منڈھنا: کابل میں سنگترے خریدنے کا کام مصنف کے سر منڈھا گیا۔
- جان چھوٹنا: گلگت کے پہاڑی سفر سے خدا خدا کر کے جان چھوٹی۔
- بے مزہ ہونا: ڈاکٹر گلبرگ ہندوستان کے سفر سے بے مزہ ہوئے۔

5۔ سبق کے متن کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

الف: ان لوگوں کا ہم ذکر نہیں کرتے جو ہم سے جل کر طعنے تشنے پر اُتر آئے تھے۔ (مار کٹائی/ تو تکار/ طعنے تشنے)

ب: آتش دان میں آتش دہک رہی ہے۔ (جل/ دہک/ سلگ)

ج: ان کی وضع قطع سج دھج سب سے الگ تھی۔ (سج دھج/ شکل وصورت/ تراش خراش)

د: افغانستان میں ریلوے نام کی کوئی چیز نہیں یہ شیطانی چرخہ تمھی کو مبارک ہو۔" (بدعت/ ایجاد/ شیطانی چرخہ)

ہ: پورے ملک میں مطبعوں کی تعداد پانچ ہے۔ (پانچ/ پچاس/ ان گنت)

و: شاہ امان اللہ خاں نے اپنے زمانے میں دار الامان نام کی تازہ بستی بسائی تھی (دار العوام/ دار الامان/ دار الاسلام)

6: مندرجہ ذیل جملوں کو مطابقت کے اصولوں کے پیش نظر درست کر کے لکھیے:

غلط جملے	درست جملے
الف: "مکاتیب غالب" چھپ گئے ہیں۔	الف: "مکاتیب غالب" چھپ گئی ہے۔
ب: جلسے میں عورتیں بھی آئیں ہوئیں تھیں۔	ب: جلسے میں عورتیں بھی آئی ہوئی تھیں۔
ج: میاں بیوی ہنسی خوشی رہتی ہے۔	ج: میاں بیوی ہنسی خوشی رہتے ہیں۔
د: گھر عورت کی سلطنت ہوتی ہے۔	د: گھر عورت کی سلطنت ہوتا ہے۔
ہ: نیکی کا راہ بھی کٹھن ہے۔	ہ: نیکی کی راہ بھی کٹھن ہے۔

☆ سیاق و سباق کے حوالے سے اہم اقتباسات کی تشریح

اقتباس 1: "ایک جوتا مارکیٹ ہم شہر ماشری میں نہیں گئے، ورنہ کون سی جگہ ہے جہاں سے ہم نے اپنے لیے

کپڑے جمع نہیں کیے۔ ہمیں دراصل اوورکوٹ وغیرہ درکار تھے اور کوئی اونی زیر جامہ مل جاتا تو سبحان اللہ لیکن ہماری شہرت ایسی خراب ہوئی کہ لوگوں نے قیاس کیا، ہم شاید فلسطین کے مہاجروں یا افغانستان کے پاوندوں کے لیے کپڑے جمع کر رہے ہیں۔ نتیجتاً سب نے اپنے پھٹے ہوئے، گھسے ہوئے کپڑے ہمارے سر منڈھنے کی کوشش کی۔ وہ جانتے تھے کہ اگر واپس دے گا تو ڈرائی کلین کرا کے دے گا۔ نہ دے گا تو ہماری جان ان کپڑوں سے چھوٹے گی۔" (سرمایۂ اردو 12، صفحہ نمبر 116)

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : ایک سفرنامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے

مصنف کا نام : ابن انشا

سیاق و سباق: ابن انشا نے اپنے سفرِ افغانستان کا احوال مزاحیہ انداز میں تحریر کیا ہے۔ وہ افغانستان کی پسماندگی اور افغانوں کی روایت پسند ذہنیت کو گہرے طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ افغانستان میں ریلوے سٹیشن ہے نہ پبلشروں کا کوئی وجود ہے۔ کتابیں سرکار مطبعوں میں چھپتی ہیں۔ مصنف یا شاعر کتاب چھپوانے کے لیے حکومت کو درخواست بھیجتا ہے جس کے بعد سرکاری ادارے مواد کا ٹھوک بجا کر جائزہ لیتے ہیں اور اگر وہ بے ضرر ثابت ہو تو لکھنے والے کے خرچ پر کتاب چھاپ کر اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ جہاں چاہو بیچو۔ افغانستان کے بڑے حصے میں فراہمی آب کا کوئی باقاعدہ اور جدید انتظام نہیں اور سقوں کا رواج ہے۔ ابن انشا نے افغانستان جانے کا سامان کراچی سے [illegible] نے کابل کی سردی سے [illegible] نتیجہ یہ نکلا [illegible] سے گرم کپڑے [illegible] ہوئے۔

تشریح: افغانستان کی شدید سردی سے متعلق اپنے دوستوں کی خوفزدہ کر دینے والی باتیں سن کر ابن انشا نے بہت سے گرم کپڑے جمع کر لیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ گرم کپڑے خریدنے کے لیے میں نے کراچی کی تمام مارکیٹیں گھوم لیں۔ صرف جوتا مارکیٹ نہیں گیا جس کی وجہ یہ سوچ تھی کہ کسی دوست نے مجھے جوتا مارکیٹ میں دیکھ لیا تو سوچے گا کہ میں غریب غربا کی مارکیٹ سے خریداری کر رہا ہوں۔ میں اوورکوٹ اور زیر جامہ تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس مسلسل تلاش نے میری شہرت خراب کر دی، مجھے روز روز مارکیٹوں کے پھیرے لگاتا دیکھ کر لوگ یہ سوچنے لگے کہ میں کوئی سماجی کارکن ہوں اور اسرائیلی مظالم سے تنگ آ کر گھر بار چھوڑنے والے فلسطینیوں یا پھر افغانستان کے خانہ بدوش قبائلیوں کی امداد کے لیے کپڑے جمع کرتا پھر رہا ہوں۔ یہ تاثر پھیلنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوستوں نے اپنے پھٹے پرانے اور گھسے ہوئے کپڑے ہمارے سر منڈھنے کی کوشش کی۔ اس سخاوت میں دوستوں کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ میں نے یہ پرانے کپڑے واپس کرنے کا فیصلہ کیا تو احسان مندی اور ممنونیت کے جذبات کے تحت انھیں کم از کم ڈرائی کلین تو کروا ہی دوں گا۔ اس طرح برسوں کے میلے کچیلے یہ کپڑے نکھر اور سنور کر انھیں واپس ملیں گے۔ دوسری صورت میں اگر میں کپڑے قبول کر لوں گا تو ان کی جان اس بوجھ سے چھوٹ جائے گی۔

اقتباس 2: ''حکومت کے محکمے اور ادارے سرکاری مطبعوں میں کتابیں چھاپتے ہیں۔ ان کی بھی مکمل تعداد پورے ملک میں پانچ ہے۔ پرائیوٹ پریس کوئی نہیں ہے۔ اوّل تو ان حالات میں کوئی شخص کچھ لکھنے کا حوصلہ ہی نہیں کرتا اگر کوئی مرزا غالب یا فیض احمد فیض پیدا ہو بھی جائے تو ازراہِ قانون اسے حکومت کو عرضی دینی چاہیے کہ بندے کی یہ تالیف لطیف زیورِ طبع سے آراستہ کی جائے۔ وہ ٹھوک بجا کر (کسی کام میں جلدی نہیں کی جاتی) دیکھیں گے کہ ہاں کوئی مضائقہ نہیں تو حکم ملے گا اچھا چھاپ دیتے ہیں۔ کاغذ کتاب طباعت کے لاؤ اور جب چھپ جائے تو جہاں جی چاہے، جیسے جی چاہے بیچو۔'' (سرمایۂ اردو 12، صفحہ نمبر 122,121)

حوالۂ متن:

سبق کا عنوان	:	ایک سفر نامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے
مصنف کا نام	:	ابن انشا

سیاق و سباق: ابن انشا نے اپنے سفرِ افغانستان کا احوال دلچسپ لہجے اور دلکش انداز میں تحریر کیا ہے۔ ان کے دوستوں نے انھیں کابل کی سردی سے بہت ڈرایا تھا جس کی وجہ سے ابن انشا نے گرم کپڑوں کا انتظام کر لیا تھا۔ موسم کی خرابی کے باعث ہوائی جہاز کابل نہ اُتر سکا اور اسے پشاور واپس آنا پڑا جہاں ان کی ملاقات ڈاکٹر گلبرگ سے ہوئی اور یہ ساتھ کابل میں بھی قائم رہا۔ ابن انشا لکھتے ہیں کہ افغان لوگ روایات پر جان دیتے ہیں۔ افغانستان میں ریلوے کا وجود نہیں۔ وہاں پبلشرز بھی نہیں ہوتے اور کتابیں صرف حکومت کی اجازت اور مسودے کی منظوری ملنے کے بعد سرکاری مطبعوں ہی میں چھپتی ہیں۔ افغانستان میں فراہمی آب کا بھی مناسب انتظام نہیں اور کابل میں سقے پانی کی فراہمی کا کام کرتے ہیں۔

تشریح: ابن انشا نامور شاعر اور ادیب تھے۔ اسی لیے انھوں نے کابل میں اپنے ایک افغان دوست سے ملک میں کتابیں چھاپنے اور فروخت کرنے کے انتظام کے متعلق پوچھا جس پر ان کے دوست نے حیرت ناک انکشافات کیے۔ اس افغان نے بتایا کہ افغانستان بھر میں کوئی پبلشر نہیں۔ یہاں کتب فروشی کا کاروبار بھی نہیں ہوتا۔ ملک بھر میں کل پانچ سرکاری پرنٹنگ پریس ہیں۔ کوئی ایک پرنٹنگ پریس بھی نجی شعبہ کی ملکیت میں نہیں۔ افغان حکومت نے آزادیٔ اظہار پر کڑی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ حکومتی ادارے اور سرکاری پریس ہی کتابیں چھاپتے ہیں۔ جبر کے اس ماحول میں کوئی کتاب لکھنا آسان کام نہیں پھر بھی مرزا اسد اللہ خان غالب یا فیض احمد فیض جیسا کوئی جرأت مند اہلِ قلم یہ ''قلم بندی'' توڑنے کا حوصلہ کرلے تو اسے قانونی طریق کار اپنانا پڑتا ہے جس کا پہلا مرحلہ حکومت کو یہ درخواست بھیجنا ہے کہ میری کتاب شائع کی جائے۔ درخواست موصول ہونے کے بعد حکومتی محکمے مسودے کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں اور اگر ان کی نظر میں مسودے میں قومی سلامتی اور مفاد کے منافی کوئی بات شامل نہ ہو تو کتاب چھاپنے پر آمادگی ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس کڑے معیار پر پوری اُترنے والی کتاب چھپوانے کے لیے بھی اخراجات کا بندوبست خود مصنف ہی کو کرنا پڑتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ کتاب چھپنے کے بعد اسے فروخت کرنا بھی مصنف کی ذمہ داری ہے۔ وہ جیسے چاہے، اسے بیچے اور اپنی رقم کی وصولی کا انتظام کرے۔

حکومت اور اس کے ادارے اس سلسلے میں مصنف کی کوئی مدد نہیں کرتے۔

مزید معروضی سوالات

س: مصنف کے دوستوں نے اسے کابل جانے سے کیا کہہ کر روکا؟

ج: مصنف کے دوست اسے سردی سے ڈراتے رہے۔ مولانا حامد علی خان نے کہا کابل میں دو اوورکوٹ پہن کر بھی محسوس ہوتا تھا تن زیب کا انگرکھا پہنا ہے۔ حمید اختر نے کہا جاتے ہی افغانی کوٹ خرید لینا۔

س: حبیب اللہ شہاب کا اوورکوٹ پہن کر مصنف کا کیا حال ہوا؟

ج: حبیب اللہ شہاب کا اوورکوٹ پہنتے ہی بوجھ کے مارے مصنف زمین پر بیٹھ گئے اور دو آدمیوں نے بانہوں میں ہاتھ دے کر ان کو کھڑا کیا۔

س: پشاور کا ہوٹل دیکھ کر مصنف کو کون سا مصرع یاد آیا؟

ج: پشاور کا ہوٹل دیکھ کر مصنف کو سید محمد جعفری کا یہ مصرع یاد آیا۔

ع   کسی مرے ہوئے گورے کی یادگار ہے یہ

س: ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک نے انٹرنیشنل ہوٹل کے متعلق کیا بتایا؟

ج: وہ کلرک نے کہا کہ انٹرنیشنل ہوٹل بالکل ہمارے پیچھے ہے۔ بس کوئی ایک فرلانگ کا فاصلہ ہوگا۔

س: مصنف نے ڈاکٹر گلبرگ کا تعارف کن الفاظ میں کرایا ہے؟

ج: مصنف نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر گلبرگ دوادارو والے ڈاکٹر ہیں لیکن نسخوں کے علاوہ کتابیں بھی لکھتے ہیں اور یہی ہماری ان سے دوستی کی وجہ ہوئی۔

س: گئوکشی کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں نے مغربی ٹورسٹوں سے کیا سلوک کیا؟

ج: ہندو مظاہرین کو جہاں بھی مغربی سیاح نظر آئے انہیں گھیر لیا اور کہنے لگے کہ یہ لوگ بھی مسلمانوں سے کم نہیں۔ یہ بھی گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔

س: ڈاکٹر گلبرگ نے پشاور کے ہوٹل کے متعلق کیا رائے ظاہر کی؟

ج: ڈاکٹر گلبرگ پشاور کے ہوٹل کے نام سے بے مزہ ہو جاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ہوٹل نظر بٹو ہے تاکہ پاکستان کو نظر نہ لگ جائے۔

س: مصنف نے سنگترے بیچنے والے کو کتنے کا نوٹ دیا اور اس نے کتنی ریزگاری واپس کی؟

ج: مصنف نے سنگتروں کی قیمت کے طور پر دس افغانی کا نوٹ سنگترہ فروش کو دیا۔ اس نے چار افغانی کاٹ کر باقی ریزگاری واپس کر دی۔

س: ریلوے سٹیشن کا ذکر کرنے پر مصنف کے افغان دوست نے کیا کہا؟

ج: مصنف کے افغان دوست نے کہا "میاں! ہوش کی دوا کرو۔ کون سے ریلوے سٹیشن اور کیسی ریلوے۔ تمہیں

معلوم ہے افغانستان میں ریلوے نام کی کوئی چیز نہیں۔ یہ شیطانی چرخہ تمہی کو مبارک ہو۔

س: مصنف نے افغانستان کے متعلق مضمون میں کیا پڑھا تھا؟

ج: مصنف نے افغانستان کے متعلق مضمون میں پڑھا تھا کہ ادھر آپ نے درہ خیبر کے پار افغانستان کی نئی سرزمین میں قدم رکھا اور ادھر آپ ایک صدی پیچھے پہنچ گئے۔

س: بچہ سقہ نے ریلوے لائن کیوں اکھاڑ پھینکی؟

ج: بچہ سقہ نے ریلوے لائن کو فرنگیوں کی بدعت قرار دے کر اکھاڑ ڈالا۔

س: کراچی والے دریائے کابل کی وسعت کا اندازہ کس طرح لگا سکتے ہیں؟

ج: کراچی والے اس گندے نالے کو دیکھ لیں جو نہ جانے کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے لیکن ویمن کالج کے پاس سے گزرتا ہے تو انہیں دریائے کابل کی وسعت کا اندازہ ہو جائے گا۔